ہمارے اسلاف

حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری۔ جام پور

محدثِ کبیر مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری

متحدہ ہندوستان کی سرزمین کے آخری علمی دوروں میں ایسی ایسی عظیم ہستیاں گزری ہیں جن کی دوسرے ممالک میں نظیر نہیں ملتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہندؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ۔ یہ ہر ایک اپنے اپنے زمانے میں علم و دین کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ انہی بزرگوں نے محدثِ کبیر عارف باللہ حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی قرآن و حدیث کی خدمت میں گزاری۔ آپ اپنے وقت کے عظیم محدث، مفسّر، فقیہہ اور عارفِ کامل تھے۔ حق و صداقت اور تواضع و انکساری کا پیکر تھے۔

آپ کا سلسلۂ نسب مشہور افغان قبیلہ یوسف زئی سے منسلک ہے۔ آپ کے والد محترم مولانا گل احمد صاحب اپنے وقت کے مشہور طبیب، ایک سنجیدہ عالم دین، متورع، متقی اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ آپ کی پیدائش ۲۔ اگست ۱۸۸۲ء کو بہبودی ضلع کیمبلپور میں ہوئی۔ بچپن ہی سے آپ میں خدا ترسی، رحم دلی، خوش خلقی، سنجیدگی اور عابدانہ زندگی کا اثر نمایاں تھا۔ قرآن مجید کی تعلیم بہبودی ہی میں حاصل کی۔ پھر فارسی، عربی کی ابتدائی تعلیم کے لیے شمس آباد تشریف لے گئے۔ اور صرف و نحو کی ابتدائی کتب مولانا فضل حق صاحبؒ سے پڑھیں جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے شاگرد تھے اور پھر مکھڈ تشریف لے گئے جہاں مولانا قاضی عبدالرحمٰن صاحبؒ سے شرح جامی اور ملاحسن تک کتابیں پڑھیں۔ پنجاب کے یکتا مشہور اساتذہ سے فیض حاصل کرنے کے بعد آپ نے ہندوستان کا عزم کیا اور ۱۹۱۲ء میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ اس زمانہ میں مظاہر العلوم میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا عنایت علی، مولانا عبدالوحید اور مولانا عبداللطیف

صاحبؒ جیسے اکابر مدرسین موجود تھے۔ دورۂ حدیث کی اکثر کتابیں آپ نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے پڑھیں اور ۱۳۲۱ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سے سند فراغتِ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے اپنے استاذ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے دارالعلوم دیوبند میں حدیث پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ فراغت کے بعد تدریس مظاہر العلوم میں کرنی ہوگی۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد انور شاہ صاحب کاشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد احمد صاحبؒ سے کتب احادیث پڑھیں اور مظاہر العلوم کی طرح دارالعلوم دیوبند میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی۔

۱۳۲۲ھ کو آپ دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث سے فارغ ہونے کے بعد اپنے استاذ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی خدمت میں حسبِ وعدہ مظاہر العلوم تشریف لے آئے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ کچھ عرصہ اپنے دوسرے اساتذہ کے اصرار پر تحصیل تونسہ میں حدیثِ رسولؐ کے چراغ جلائے مگر حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی محبت و کشش پھر مظاہر العلوم میں کھینچ لائی اور اپنے مادرِ علمی مظاہر العلوم سہارنپور ہی میں مسندِ علم و درس کی زینت بنے اور قیامِ پاکستان تک مظاہر العلوم میں صدر مدرس کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے اور ہندوستان کے تمام اطراف نیز حجاز و یمن، افغانستان، برما، بخارا اور افریقہ تک آپ کا فیضِ علمی و روحانی پہنچا اور ہزاروں تلامذہ و مریدین شرقاً و غرباً پھیلے جو آپ کے اسمِ مبارک اور پاکیزہ زندگی کو قیامت تک روشن رکھیں گے۔

قیامِ پاکستان کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر مدرسہ خیر المدارس ملتان میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور تقریباً دو سال کے بعد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے جاری کردہ "دارالعلوم الاسلامیہ" ٹنڈو اللہ یار میں مولانا احتشام الحق تھانوی کے اصرار پر مسندِ درس و تدریس پر رونق افروز ہوئے اور اس کے بعد اکوڑہ خٹک میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ غرضیکہ آپ نے نصف صدی سے زائد تک علم و دین کے لیے اشاعت فرمائی اور اس آفتابِ علم و دین کی ضوافشانیوں سے ایک عالم بقعہ نور بنتا رہا۔ اس دورِ انتشار و خلفشار میں کم ہی علمائے کرام ایسے ہوں گے جن کو مسلسل نصف صدی مسندِ درس و تدریس کی زینت بننا نصیب ہوا ہوگا۔ اور جنہوں نے اس قدر طویل زمانہ افادۂ تلامذہ اور علومِ اسلامیہ کی خدمت و اشاعت میں گزارا ہے۔

قیامِ مظاہر العلوم کے دوران ۱۹۳۶ھ میں آپ نے حج ادا کیا۔ اس وقت آپ کے ایک

خصوصی شاگرد اور متوسل جناب مولانا محمد داؤد یوسف صاحب آپ کے رفیقِ سفر اور خادمِ خاص تھے۔ سفرِ حجاز کی مکمل روئیداد انہی نے لکھی جو آپ کی سوانح "تجلیاتِ رحمانی" میں شامل ہے۔

آپ کو اپنی روحانی تسکین کے لیے دُور جانے کی ضرورت نہ پڑی۔ طالب علمی کے آخری دَور میں آپ نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا تھا جو صرف عالم ہی نہ تھے بلکہ شیخِ طریقت اور آسمانِ روحانیت کے درخشندہ ماہتاب اور ستارے تھے۔ آپ نے پہلے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور پھر مُرشدِ ثانی کی تلاش میں نکلے۔ ہندوستان میں اس وقت حضرت حکیم الأمت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی ذاتِ اقدس مرجع خاص و عام تھی۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت حکیم الامت سے تجدیدِ دین کا کام جس عظیم الشان طریق پہ لیا ہے وہ اہلِ نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ آپ بھی کسی ایسے ہی جامع شیخ کی تلاش میں تھے۔ بالآخر آپ حضرت حکیم الامت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی۔ جو قبول ہوئی بلکہ خلافت سے بھی نوازے گئے۔ آپ کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی محبت تھی اور ہر کام اپنے شیخ کے حکم پہ کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت حکیم الامت کو بھی آپ کی ذات پر مکمل اعتماد تھا اسی لیے آپ فرماتے تھے کہ:

"مولانا کامل پوری نہیں بلکہ کامل پورے ہیں۔"

اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مظاہر العلوم سہارنپور میں جس زمانے میں صدر المدرسین کے عہدہ پہ فائز ہوئے اس زمانے میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تزکیۂ باطن کے لیے رجوع فرمایا اور خلافت سے کامیاب ہوئے۔ حضرت حکیم الامت کا یہ مقولہ مجھے یاد ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے بہت اچھی طرح باقاعدگی سے سلوک کے منازل کو طے کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجددِ ملت حکیم الامت کی اس شہادت کے بعد کسی اور شہادت کا ضرورت باقی نہیں رہتی۔"

(تجلیاتِ رحمانی مؤلفہ قاری سعید الرحمٰن صاحب)

حضرت مولانا کی شخصیت ایک بین الاقوامی شخصیت تھی اسی لیے آپ کے زمانے کے مشاہیر علماء آپ کی جامع شخصیت کے معترف تھے۔ حضرت علامہ سید سلیمان علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

"مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی شانِ عالی کا کیا کہنا۔ ایک ایک خط و مکاتیب عبادت الرحمٰن میں ایک ایک مقام طے فرمایا ہے۔"

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "قیامت میں اتنا کہہ دینا اپنے لیے

کافی سمجھتا ہوں کہ میں نے مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کو دیکھا ہے" حضرت مولانا عبدالباری ندوی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ" مولانا کامل پوری کی قدر تو وہ پہچانے گا جسے صحابہ کرامؓ کی زندگی پسند ہو۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ" مولانا مرحوم عجیب فرشتہ صفت انسان تھے۔ حضرت علامہ شمس الحق افغانی فرماتے ہیں کہ:۔
" مولانا علم تقویٰ اخلاق کے مینار تھے "۔

غرضیکہ آپ کا علمی و روحانی مقام بہت بلند تھا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بہت سے کمالات سے نوازا تھا۔ آپ نہایت متواضع، منکسرالمزاج اور خوش اخلاق تھے۔ ہر چھوٹے بڑے سے لطف و مہربانی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ آخر کار یہ آفتاب علم و عمل ۲۷ر شعبان ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۱ر دسمبر ۱۹۶۵ء کو ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیرالدین صاحبؒ نے پڑھائی اور معتقدین نے لاکھوں کی تعداد میں شرکت کی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ نے آپ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ :۔

" حضرت مولانا مرحوم کی وفات سے علم و معرفت کی محفل خاموش ہو گئی اُن کی زندگی ہمارے لیے نمونۂ عمل تھی وہ علم و معرفت کے ایسے خاموش سمندر تھے جو مدّ و جزر سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اس دَور میں اگر ہمیں اپنے اسلاف کے نمونہ کی تلاش ہوتی تو حضرت مولانا کی طرف نگاہ اُٹھتی تھی "۔

محدّث العصر حضرت علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ فرماتے ہیں کہ :" حضرت مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی وفات دُنیائے علم و اخلاق کا ایک بڑا حادثہ ہے اور ایسے اکابر علماء کی رحلت علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ مولانا مرحوم علوم اسلامیہ و دینیہ اور نقلی و عقلی فنون علم کے جامع ترین عالم تھے۔ احناف علم و فضل اور کمال ان کی شخصیت میں مجتمع تھیں۔ وہ عالم و عارف تھے۔ صوفی و محقق اور فقیہہ و محدّث تھے۔ غرض علمی دُنیا کے آفتاب و ماہتاب تھے۔

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ :"حضرتؒ کی وفات سے دُنیا ایک بے بدل شیخ اور بے نظیر عالم اور بے مثال مصالح سے خالی ہو گئی ہے۔ یہ ساری اُمت کا نقصانِ عظیم ہے۔ اللہ تعالےٰ غیب سے کوئی مثیل و بدل عطا فرمائے "۔

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ" حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مجسمۂ اخلاق تھے۔ اُن کے ہاں مہمان نوازی تھی، عجز و انکسار تھا، تحمّل اور بردباری تھی اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ ایک ایسے صوفی تھے جنہوں نے اتباعِ سنت کو اپنا سرمایہ حیات اور تقوےٰ کو اپنا اوڑھنا بچھونا

باقی صفحہ ۵۸ پر